ISLAMIC SYSTEM OF KHULA

اسلام کا نظام خلع

Shahid Raza Khan, Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Baluchistan.
Momin Fayyaz Shaikh, Lecturer, Mohammad Ali Jinnah University, Karachi.

ABSTRACT: *Islam is complete code of life. The importance of marriage for the survival of the family has been highlighted in the Holy Shari'ah, which is the last link of the heavenly religions, and instead its importance and importance have been highlighted. Sometimes it is half faith, sometimes it has been declared as a continuous tradition of the Holy Prophets and every effort has been made to maintain this relationship in the weight of men so that the human race can develop in the best possible way. There is a combination of contradictions, so it is natural for a couple to have inconsistencies. Islamic law, which is the great advocate of reforming society, has prescribed "divorce" in order to break this ugly, strong bond between men and women, so that this inconsistency created in a single family can affect the whole society. Don't wrap Sometimes the man wants to end the dirty pact for which "divorce" has been prescribed and sometimes the woman is motivated to end the relationship for which "khula" has been prescribed.*

KEYWORD: *Islamic way of Khula, Islamic marriage separation, Islamic separation way.*

تمہید: شریعت مطہرہ جو کہ ادیان سماوی کی آخری کڑی ہے، میں بقائے خاندان کے لیے نکاح کی اہمیت گواجاگر کیا گیا ہے اور جابجاء اس کی افادیت واہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں اس کو نصف ایمان تو کہیں اس کو انبیاء کرام کی سنت مستمرہ قرار دیا گیا ہے اور حتی الامکان سعی وکوشش کی گئی ہے کہ مردِ وزَن میں یہ تعلق بخوبی استوار رہے تاکہ نسل انسانی کی نشو ونماء احسن طریقہ سے ہوتی رہے، لیکن انسان چونکہ اضداد ہے کا مجموعہ ہے، اس لیے کسی جوڑے میں ناچاقی کا پیدا ہونا فطری بات ہے۔ شریعت اسلامی جو کہ اصلاح معاشرہ کا داعی اعظم ہے، نے ایسی صورت میں مردِ وزَن میں قائم اس میثاقِ غلیظ، مضبوط بندھن کو توڑنے کے لیۓ طلاق" کو مشروع کیا ہے تاکہ کسی ایک خاندان میں پیدا شدہ یہ ناچاقی پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے کبھی کبھار مرد اس میثاق غلیظ کو ختم کرنا چاہتا ہے جس کے لیۓ طلاق" مشروع کی گئی ہے اور کبھی عورت اس تعلق کو ختم کرنے کا محرک ہوتی ہے جس کے لیۓ خلع" مشروع کیا گیا ہے۔

خلع کا لغوی معنی: خلع کے لغوی معنٰی اتارنے اور نکالنے کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: خَلَعَ ثَوْبَہٗ یعنی اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ (1)
علامہ راغب اصفہانیؒ خلع کی لغوی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الخَلْعُ: خلع الإنسان ثوبه، والفرس جلّه وعذاره، قال تعالى: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" (2) ترجمہ: خلع کا معنی ہے انسان کا اپنا لباس اتارنا، گھوڑے کا جل اتارنا وغیرہ، فرمان خداوندی ہے: اپنے جوتے اتاریئے۔

خلع کا اصطلاحی معنٰی: علامہ حصکفیؒ نے خلع کی یہ تعریف کی ہے: " ازالة ملک النکاح المتوفقة علی قبولها بلفظ الخلع
او ما فی معناه"[3] ترجمہ: لفظ خلع یا اس طرح کے کسی اور لفظ سے رشتہ نکاح کو ختم کر دینا جو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو، اصطلاح فقہ میں 'خلع' کہلاتا ہے۔

علامہ عینی خلع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وَأما حَقِيقَته الشَّرْعِيَّة فَهُوَ فِرَاق الرجل امْرَأَته على عوض يحصل لَهُ" ۔ [4] ترجمہ: اصطلاح شریعت میں شوہر کا اپنی بیوی سے عوض لے کر علاحدگی اختیار کرنا 'خلع' کہلاتا ہے۔

خلع کی وجہ تسمیہ: " قرآن کریم میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ)[5]
ترجمہ: وہ (بیویاں) تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ گویا نکاح کی وجہ سے زوجین ایک لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور خلع کے ذریعہ اس لباس کو اتار پھینکا جاتا ہے، اس لیے اس کو 'خلع (اُتارنے) سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔[6]

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: " لفظِ خلع (بضم خاء اور سکون لام) لغت میں مال کے عوض بیوی کو چھوڑ دینے سے عبارت ہے اور یہ 'خَلَعَ الثَّوبَ' سے مشتق ہے جس کے معنٰی ہیں کپڑا اتارنا، کیونکہ بیوی مرد کا معناً لباس ہے اور خُلع سے شوہر اور بیوی کے درمیان حسی اور معنوی جدائی ہو جاتی ہے"۔ (اس مناسبت سے اس کو خلع کہا جاتا ہے)[7]

ارکان خلع: ہر ذی علم و شعور بہ خوبی جانتا ہے کہ کسی بھی عمل کا رکن اس کے شرعی وجود پر دلالت کرتا ہے۔ رکن وہ شیء ہے جس سے کوئی چیز بنتی ہے۔ رکن شیء کے اجزاء ترکیبی میں داخل ہوتا ہے اور شیء کا وجود اس پر موقوف ہوتا ہے، جیسے قیام، رکوع وغیرہ نماز کے ارکان ہیں اور نماز کا وجود ان کے وجود پر موقوف ہے۔ فقہ حنفی میں خلع کے ارکان دو ہیں:

(1) ایجاب

(2) اور قبول-[8]

خلع کی شرائط: خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔ طلاق کی شرائط یہ ہیں:

(1) شوہر میں طلاق دینے کی اہلیت ہو یعنی عاقل، بالغ، بیدار اور ہوش و حواس سے ہو۔

(2) جس عورت کو طلاق دی جا رہی ہے، وہ شرعی طور پر اس کی منکوحہ ہو۔[9]

جس طرح طلاق دینے میں شوہر با اختیار ہے، اسی طرح خلع دینے میں شوہر با اختیار ہے۔ قاضی جبراً اس سے خلع نہیں لے سکتا ہے۔ مشہور محقق اور فقیہ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

"وَالْخُلْعُ جَائِزٌ عِنْدَ السُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يَعْتَمِدُ التَّرَاضِيَ كَسَائِرِ الْعُقُودِ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الطَّلَاقِ بِعِوَضٍ، وَلِلزَّوْجِ وِلَايَةُ إيقَاعِ الطَّلَاقِ، وَلَهَا وِلَايَةُ الْتِزَامِ الْعِوَضِ، فَلَا مَعْنَى لِاشْتِرَاطِ حَضْرَةِ السُّلْطَانِ فِي هَذَا الْعَقْدِ".[10]

ترجمہ: ’’ خلع حاکم وقت اور بغیر حاکم کے بھی جائز ہے، اس لیے کی ایک ایسا معاملہ ہے جس کی بنیاد باہمی رضامندی پر ہے، اور یہ معاوضہ
لے کر طلاق کے حکم میں ہے۔ شوہر کو طلاق دینے کا حق ہے اور عورت کو اپنے اوپر معاوضہ لازم کرانے کا حق ہے (اور یہ دونوں ایسی چیزیں نہیں ہیں جو بغیر حاکم کے وجود پذیر نہ ہو سکیں‘‘۔

خلع کے الفاظ: فقہ حنفی میں خلع کے الفاظ پانچ ہیں:

(1) خَالَعْتُکِ (میں نے تم کو خلع دیا)

(2) بَایَنْتُکِ (میں نے تجھ سے علاحدگی اختیار کرلی۔

(3) بَارَءْتُکِ (میں نے تجھ سے باہم براءت حاصل کی۔

(4) فَارَقْتُکِ عَلیٰ مائۃ (میں نے تجھ سے سو روپیہ کے عوض جدائی اختیار کی)

(5) طلاق علی المال، جیسے: طلقی نفسک علی عشرین جنیھاً (بیس روپیہ کے عوض اپنے اوپر طلاق واقع کر)

کچھ علماء نے ان دو الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے:

(6) بعت نفسک بکذا، (میں نے تیری طلاق اتنے روپے کے عوض آپ پر فروخت کی۔

(7) اشتریی طلاقک بالف (اپنی طلاق ہزار روپیہ کے عوض خرید۔[11]

خلع کا حکم: خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔’’ مصنف عبدالرزاق میں ہے: عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: «الْخُلْعُ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ»[12] ترجمہ: خلع طلاق بائن ہے‘‘۔

علامہ داماد افندیؒ لکھتے ہیں: وَحُكْمُهُ وُقُوعُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ[13] خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

خلع اور طلاق میں فرق: خلع گو کہ طلاق ہے، مگر اس میں اور عام طلاق میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔ فقہاء کرام کی عبارات کی تتبع سے جو فروق معلوم ہوتے ہیں، یہ ہیں:

(1) خلع کا مطالبہ عموماً عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر خلع کی پیشکش شوہر کی جانب سے ہو بھی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے۔ عورت قبول کرے تو خلع ہو گا ورنہ نہیں ہو گا، جبکہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں رہتی ہے، عورت قبول کرے یا نہ کرے، طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(2) عورت کے خلع قبول کرنے سے اس کا مہر ساقط ہوتا ہے، طلاق سے ساقط نہیں ہوتا ہے۔[14]

خلع، طلاق علی المال، فدیہ اور مباراۃ میں فرق: طلاق علی المال، فدیہ اور مباراۃ۔ یہ سب الفاظ خلع کے قریب المعنی ہیں، لیکن ان میں تھوڑا سا فرق ہے یعنی کل مہر کو بدل مقرر کرنا ٗخلعٗ، جزو مہر کو بدل مقرر کر لیناٗ فدیہٗ ہے اور عورت کا شوہر کے ذمہ سے ہر ایسے حق کو ساقط کر دینا جو نکاح کے ساتھ تعلق رکھتا ہوٗ مباراۃٗ ہے اور مہر سے قطع نظر مال کی کوئی مقدار مقرر کرناٗ طلاق علی المالٗ کہلاتا ہے۔(15)

بدل خلع: وہ چیز جسے دے کر بیوی شوہر سے خلع کرتی ہے، اسے بدل خلع کہتے ہیں۔

احناف کے یہاں اصول یہ ہے کہ جس چیز کو مہر بنایا جا سکتا ہے، اس کو خلع میں ٗبدلِ خلعٗ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص ایسی چیز کو بدل خلع بنائے جو شریعت میں مال نہیں ہے، جیسے: شراب، خنزیر تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، مگر مقررہ عوض یا اس کے بدلہ میں کچھ اور ادا کرنا بیوی کے ذمہ نہیں ہوگا۔(16)

عام معاملات میں ٗعوضٗ کی پوری طرح تعیین و تحدید ضروری ہوتی ہے، مگر خلع کے معاملہ عام معاملات سے مختلف ہے۔ بدل خلع مبہم ہو، واضح نہ ہو تب بھی خلع اور بدل خلع کی تعیین درست ہوتی ہے۔

خلع میں عورت اپنے کسی حق سے بھی دستبردار ہو سکتی ہے جیسے نفقۂ عدت، زمانۂ نکاح کا نفقہ وغیرہ یا خود مہر۔ لیکن عورت کا ایسا حق جس سے دوسروں کا حق بھی متعلق ہو، اس سے دستبرداری نہیں ہو سکتی ہے۔(17)

بدل خلع کی مقدار: "اگر زیادتی خود شوہر کی طرف سے ہو اور عورت تنگ آکر خلع کا مطالبہ کر رہی ہو تو عورت سے بدل خلع لینا حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا)(18) ترجمہ: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے (مہر) واپس لو گے؟ اگر زیادتی خود بیوی کی طرف سے ہو تو اس سے بدل خلع لیا جا سکتا ہے"۔19

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ شوہر نے جتنا مہر دیا ہے، اتنا ہی لے سکتا ہے یا اس سے زیادہ بھی لے سکتا ہے؟ حنفیہ کے یہاں دونوں طرح کے اقوال ہیں یعنی یہ بھی کہ زیادہ لینا مکروہ ہے اور یہ بھی کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(20) مشہور محقق اور شارح ہدایہ علامہ ابن الہمامؒ نے دونوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ مقدار مہر سے زیادہ لینا مکروہ تحریمی نہیں ہے، بلکہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔(21)

خلع کی شرعی حیثیت شریعت مطہرہ جس طرح طلاق کا ناپسند کرتی ہے، اسی طرح خلع کو بھی ناپسند کرتی ہے کیونکہ شریعت مطہرہ کا مطلوب یہ ہے کہ رشتہ نکاح ایک دفعہ قائم ہونے کے بعد اسے نہ توڑا جائے، بلکہ حتی الامکان اسے قائم و دائم رکھا جائے اور ان اسباب وعوامل کی حوصلہ شکنی کی جائے جو اسے ختم کرنے کے درپے ہوں۔ جس طرح طلاق کے معاملہ میں مردوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لیں، بلکہ بہت غور و خوض، اور تدبر کے ساتھ طلاق کے بارے میں سوچیں، اسی طرح عورتوں کو بھی تاکید کی گئی ہے کہ

وہ خلع کے معاملہ میں جلدی نہ کریں، بلکہ غور و فکر کریں کہ اس میں اس کی بھلائی ہے کہ نہ نہیں؟ یہ نہ بھولیں کہ کوئی بھی گھرانہ معمولی رنجشوں سے خالی نہیں ہے، بلکہ ہر گھر میں معمولی قسم کے جھگڑے جاری رہتے ہیں، میاں بیوی میں نونک جھونک رہتی ہے، اگر ان کو بنیاد بنا کر رشتہ ازدواج سے ہاتھ دھو بیٹھا جائے تو کبھی بھی سکھ کی زندگی نصیب نہیں ہوگی۔ انہی کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کرنا ہی کمال ہے اور اسی میں ازدواجی زندگی کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

"شریعت مطہرہ میں بلا عذر شرعی خلع کا مطالبہ کرنا اخروی نعمتوں سے محرومی کا باعث ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِمَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ [22] جس عورت نے کسی عذر کے بغیر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ حالانکہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے: وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا» [23] ایک روایت میں خلع کرنے والی عورت کو منافقہ کہا گیا ہے: الْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ.[24] ترجمہ: خلع کرنے والی عورتیں ہی منافق ہیں۔"

خلع سے پہلے کا کام: "اگر میاں بیوی میں چپقلش ہو تو خلع کے مطالبہ سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے اہل خانہ پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو صورت حال کا جائزہ لے اور ان اسباب کے دور ہونے کی کوشش کرے جو ان میں دوری لانے کے محرک ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا [25] ترجمہ: اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو"۔

لیکن جن افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے، ان کو معاملہ فہم ہونے کے علاوہ اصلاح احال کے لیے مخلص بھی ہونا چاہئے: إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا[26] ترجمہ: اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اگر اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد ان کے حالات میں سدھار پن آجائے تو یہ بہتر ہی بہتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالصُّلْحُ خَيْرٌ [27] ترجمہ: صلح بہتر ہے۔ مشہور مفسر ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: {وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} أَيْ: مِنَ الْفِرَاقِ. [28] ترجمہ: یعنی صلح جدائی سے بہتر ہے۔

اگر رشتہ نکاح کا نباہ ممکن ہو تو عورت کا بلا ضرورت خلع کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے، البتہ حاجت و ضرورت کے وقت عورت کا مطالبہ خلع جائز ہے۔[29] اگر عورت کو شوہر سے اس درجہ نفرت ہو کہ طبیعت کسی طور پر اس کے ساتھ رہنے پر آمادہ و تیار نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر کے حقوق میں حق تلفی کا قوی اندیشہ ہو تو یہ بھی ایک قسم کی حاجت و ضرورت ہے جس کی وجہ سے خلع کا مطالبہ درست ہے، البتہ

ایسے وقت میں عورت کا صبر کرنا اور رشتہ نکاح کو قائم رکھنا مستحب و اولیٰ ہے۔ سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک بیوی نے شوہر کی نافرمانی کی تو حضرت عمر نے اسے ایک کچرے والے مکان میں بند کروایا، تین دن کے بعد حضرت عمر نے اسے بلا کر کہا کہ تیری یہ راتیں کیسی گزریں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہی راتیں میری راحت کی تھیں (جس میں میں نے شوہر کا چہرہ نہ دیکھا) تو حضرت عمر نے کہا کہ میں ضرور اس کا خلع کراوں گا اگرچہ اس کے کان کی بالیوں کے عوض کے ہو (یعنی نفرت انتہائی درجہ کے ہے جو موجب خلع ہے) ملاحظہ کیجیے روایت کے الفاظ: ''أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَرْدَسْتَانِيُّ أنا أَبُو نَصْرٍ الْعِرَاقِيُّ، نا سُفْيَانُ الْجَوْهَرِيُّ، نا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ، نا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرٌ مَوْلَى سَمُرَةَ أَنَّ امْرَأَةً نَشَزَتْ مِنْ زَوْجِهَا فِي إِمَارَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَمَرَ بِهَا إِلَى بَيْتٍ كَثِيرِ الزِّبْلِ فَمَكَثَتْ فِيهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ أَخْرَجَهَا فَقَالَ لَهَا: كَيْفَ رَأَيْتِ قَالَتْ: مَا وَجَدْتُ الرَّاحَةَ إِلَّا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " أَخْلَعْهَا وَلَوْ مِنْ قُرْطِهَا'' (30)

''اگر حالات کی نزاکت اس حد تک پہنچ جائے کہ بیوی کسی بھی طور پر شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو اور خلع کرانا چاہتی ہو تو شوہر کو چاہئے کہ وہ اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے، بلکہ خلع پر راضی ہو جائے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا فرمان ہے: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ " إِذَا أَرَادَ النِّسَاءُ الْخُلْعَ فَلَا تُكَفِّرُوهُنَّ [31] ترجمہ: جب عورتیں خلع کرنا چاہیں تو ان سے انکار نہ کرو''۔

خلع کے اعذار: عام حالات میں خلع کا مطالبہ مکروہ ہے، البتہ حالتِ عذر میں خلع کا مطالبہ مکروہ نہیں ہے۔ وہ اعذار جن کی وجہ سے خلع لینا درست ہے، یہ ہیں:

- بیوی شوہر سے اس درجہ نفرت کرے کہ اس کا چہرہ تک دیکھنا گوارہ نہ کرے۔
- شوہر منکرات شرعیہ کا مرتکب ہو۔
- شوہر بداخلاق ہو۔
- شوہر بیوی کو بے جا مارتا پیٹتا ہو۔
- عورت یہ محسوس کرے کہ شوہر اس سے نفرت کرتا ہے اور ایذاء دیتا ہے تاکہ وہ خلع پر راضی ہو جائے۔(32)

خلع کے اسباب و عوامل اور ان کا سدِباب: گزشتہ صفحات سے معلوم ہوا کہ خلع ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور اخروی نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے، اس کے باوجود عصرِ حاضر کی عورتیں خلع لینے پر تلی رہتی ہیں، آخر وہ وجوہات و عوامل کیا ہیں جن کے بدولت وہ اس فعل بد پر تیار رہتی ہیں؟ ان کا وجوہات کا تجزیہ و تحلیل کیا جائے تو یہ اسباب سامنے آتے ہیں:

(1) **بیوی کا شوہر کو پسند نہ کرنا:** خلع کے مقدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اکثر عورتیں جو خلع لینے آئی ہیں، وہ اس بات پر اقرار کرتی ہیں کہ وہ اپنے اپنے شوہر کو پسند نہیں کرتی ہیں یا تو اس کی کسی اخلاقی عیب کی وجہ سے یا پھر طبیعتوں کے بعد کی وجہ سے۔ اس کا توحل یہ ہے کہ شادی سے پہلے لڑکی کی رضا و منشاء معلوم کی جائے اور پھر اس کے جیون کی تلاش کی جائے۔ ہمارے معاشرہ میں عام طور پر لڑکی سے اس کے جیون کے بارے میں پوچھا تک نہیں جاتا، بلکہ اس کو غیرت وحمیت کی منافی قرار دے کر اس سے پہلو تہی اختیار کی جاتی ہے حالانکہ اسلامی تعلمات تو یہی ہیں کہ عاقلہ بالغہ سے شادی کے بارے میں ضرور پوچھا جائے۔ اور اس کی رائے ہی کو حتمی اور حرف آخر سمجھا جائے چونکہ اس کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا ہے، اس لیے بالآخر وہ تعلق جسے قرآن کریمؒ میثاق غلیظ (پختہ عہد)[33] قرار دیتا ہے اور جسے اللہ کا نام لیکر[34] قائم کیا گیا تھا، ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) **شوہر کا بیوی کو تنگ کرنا:** کبھی کبھار خلع کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شوہر نامدار اپنی بیوی کو اس کے جائز حقوق نہیں دیتا ہے، بلکہ اس پر ظلم وزیادتی روا رکھتا ہے، بلکہ اس کو آسمان وزمین کے درمیان لٹکی ہوئی چھوڑ دیتا ہے نہ اس کے ساتھ بیوی جیسا سلوک کرتا ہے اور نہ ہی اس کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ دوسری جگہ شادی کر کے اپنا گھر آباد کر سکے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ بیوی تنگ ہو کر اس کا دیا ہوا مہر اس کو واپس کر دے حالانکہ اگر کمی شوہر کی طرف سے ہو تو اس کے لیے بدل خلع لینا درست نہیں ہے۔

(3) **شوہر کا نشہ وغیرہ کا عادی ہونا:** کبھی خلع کا سبب شوہر کا نشہ وغیرہ کا عادی ہونا ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کا اس کے ساتھ گزارہ کرنا مشکل ہوتا ہے اور بامر مجبوری خلع جیسے مبغوض عمل پر تیار رہتی ہے۔

(4) **شوہر کا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا:** بسا اوقات شوہر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہنے کے باوجود اس سے باز نہیں رہتا ہے۔ ایسے وقت میں بیوی کا ان پر صبر کرنا مداہنت فی الدین کے ذمرے میں آسکتا ہے، اس لیے بیوی خلع کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ مداہنت فی الدین کا مرتکب نہ ہو۔[35] الغرض یہ اور اس جیسے دیگر عوامل ہوتے ہیں جو خلع جیسے مبغوض وملعون عمل اور فعلِ بد پر ابھارتے ہیں۔ مسلم معاشرہ کے ذمہ دار طبقہ پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ان اسباب پر ٹھنڈے دل سے غور وفکر کریں اور حتی الامکان ان کے تدارک کی کوشش کریں ورنہ وہ وقت دور نہیں جب یورپ کی طرح مسلم معاشرہ میں بھی خاندان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور پھر ماں، بیٹی، بہن اور بیوی میں فرق کرنا آسان نہ ہوگا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امراً۔

حواشی وحوالہ جات

(1) المُطَرِّزِيّ، ناصر بن عبد السيد أبي المكارم ابن علي، برهان الدين الخوارزمي (المتوفى: 610هـ) المغرب، بيروت: دار الكتاب العربي۔ ص: 151

(2) الراغب الاصفهاني، الحسين بن محمد (المتوفى: 502هـ) المفردات في غريب القرآن، بيروت: دار القلم، الدار الشامية- 1412۔ ص: 293

(3) الحصكفي، محمد علاؤ الدين (ط: الثانية، 1412هـ--م) الدر المختار رد المحتار، بيروت دار الفكر- 1992ء، باب الخلع، كتاب الطلاق، ج 3، ص 440

(4) العيني، محمود بن أحمد (ت: 855هـ) عمدة القاري، دار احياء التراث العربي ندارد، كتاب الطلاق، باب الخلع وكيفية الطلاق فيه، : ج 20، ص 260

(5) البقرة،2:187)
(6) الفيومي،أحمد بن محمد بن علي (المتوفى: نحو770هـ)المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، بيروت: المكتبة العلمية—ندارد، ص:178،
(7) أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب الخلع، بيروت: دار المعرفة-،1379هـ-ج9، ص395،
(8) الكاساني، أبو بكر بن مسعود (المتوفى:587هـ) بدائع الصنائع، دار الكتب العلمية۔ فی شرائط رکن الطلاق،1406هـ-1986م ج3، ص145،
(9) ابن عابدين، محمد أمين (المتوفى:1252هـ) رد المحتار على الدر المختار، دار الفكر۔1412هـ-1992م) كتاب الطلاق، باب الخلع:441/3،
(10) سرخسي محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة(المتوفى:483هـ).المبسوط.بيروت:دار المعرفة— 173/6
(11) جزیری، علامۃ، عبد الرحمن (سن ندارد). کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ. کوئٹہ: مکتبۃ العلوم الدینیۃ کاسی روڈ۔:346،345/4،
(12) صنعاني، عبد الرزاق بن همام (المتوفى:211هـ) المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي. المصنف-بيروت: المكتب الإسلامي— 1403هـ،481/6
(13) داماد أفندي عبد الرحمن بن محمد بن سليمان۔ مجمع الانهر شرح ملتقى. بيروت: دار احياء التراث العربي-ندارد، ج1، ص659،
(14) لدھیانوی، مولانا محمد یوسف. آپ کے مسائل اور ان کا حل. کراچی: مکتبہ لدھیانوی،1998ء،390/5،
(15) عثمانی، مولانا مفتی محمد تقی. درس ترمذی. کراچی: مکتبہ دار العلوم کراچی 14۔2004ء، درس ترمذی:495/3،
(16) جزیری، علامۃ، عبد الرحمن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ. کوئٹہ: مکتبۃ العلوم الدینیۃ کاسی روڈ۔359/4)
(17) ایضا، ج4، ص360
(18) (النساء،20:4)
(19) (البقرة،229:2)
(20) سرخسي محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة(المتوفى:483هـ).المبسوط.بيروت:دار المعرفة— 171/6،
(21) ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين-رد المحتار على الدر المختار.بيروت:دار الفكر.1992۔489/3،
(22) قزويني، أبو عبد الله محمد بن يزيد (المتوفى:273ه) سنن ابن ماجه-بيروت: دار احياء الكتب العربية-ج1، ص،662
(23) ایضاً
(24) ترمذی، محمد بن عیسی (المتوفى:279هـ) الجامع، السنن-بيروت: دار الغرب الإسلامي— 1998ء، ج2، ص:483، حدیث نمبر:1186
(25) (النساء،35:4)
(26) (النساء،35:4)
(27) (النساء،128:4)
(28) ابن کثیر، إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي (المتوفى:774هـ) فسير القرآن العظيم، بيروت: دار طيبة للنشر والتوزيع۔1999ء، ج2، ص426۔
(29) داماد أفندي عبد الرحمن بن محمد بن سليمان۔ مجمع الانهر شرح ملتقى. بيروت: دار احياء التراث العربي-ندارد، ج1، ص759،
(30) البيهقي، أحمد بن الحسين (ت:458هـ)-السنن الكبرى۔ دار الكتب العلمية،2003-، باب الوجه الذى تحل به الفدية، ج7، ص514
(31) ایضاً، ج7، ص:515۔
(32) السحيم، عبد الرحمن بن عبد الله، احكام الخلع، مصر: مکتبہ شاملہ سی ڈی۔ سن ندارد، ص:7،8۔

(33) النساء،4:21۔

(34) النساء،4:1۔

(35) احکام الخلع، ص:6۔